B.A Part-II
Paper - IV

CLASSMATE
Date :
Page : 1

اردو کی دو مثنویاں

سوال نمبر ۱ مثنوی شورش عشق سے اپنی معلومات کا اظہار کیجیے؟

جواب: محمد جعفر خان راغب کا قیام دہلی میں تھا۔ جب انہوں نے دہلی چھوڑا تو وہ مرج بندرابن، اکبرآباد، فرخ آباد لکھنؤ اور بنارس کی سیر کرتے ہوئے عظیم آباد پہنچے۔ اپنی مثنوی شورش عشق میں انہیں مقامات کی سیر کا احوال بیان کیا ہے اور پھر درگاہ کی سیر کے بھی حالات قلمبند کئے گئے ہیں۔

اس مثنوی شورش عشق میں پہلے اللہ کی تعریف بیان کی گئی ہے پھر اپنے متعلق لکھتے ہیں کہ میں دہلی میں پیدا ہوا اور اس شہر پر میرا دل فریفتہ ہو گیا۔ میری نہایت ناز و نعم کے ساتھ پرورش ہوئی ہیں وہاں بہت جاہ و حشمت و شوکت کے ساتھ رہا۔ دہلی وہ جگہ ہے جس کی خاک میں سینکڑوں گوہر بے بہا دفن ہیں۔ وہ اتنا حسین شہر ہے کہ جس کو دیکھ کر انسان فردوس کو بھی بھول جائے۔

ہر طرف نہایت حسین لوگوں کا نظارہ تھا جو دل پر یلغار کرتے تھے۔ کہیں عشاق کا ہجوم تھا تو کہیں معشوق دلربا کا جمگھٹ۔ مجھے بھی ان سے عشق ہو گیا اور میں بھی ایک پری زاد کا دیوانہ ہو گیا اور مثل سایہ گھومنے لگا۔ میرے عشق کا ہر جگہ اس شہر میں چرچہ ہونے لگا۔ میں گلی گلی کوچہ کوچہ پھرتا رہا۔ پھر نہ جانے کیا ہوا کہ کسی دشمن کی نظر لگ گئی جس کی وجہ سے زمانے کو نہ بھائی اور مجھے ناخواستہ دہلی چھوڑنا پڑا۔ جس طرح آدم کو جنت سے نکالا گیا تھا اسی طرح مجھے بھی دہلی سے باہر جانا پڑا۔

وہاں سے میں کسی طرح مرج میں آیا اور آتے ہی وہاں دیوانہ ہو گیا۔ عقل و خرد و ہوش و حواس باقی نہیں رہے۔ وہاں کے جو حسینان نظر آئے قرآن کی شبیہ دل میں اتر گئی جیسے ہی مجھ کو بندرابن نظر آیا تو دل میں شورش کا اثر ہونے لگا۔ اس کی زمین نہایت ہموار تھی وہاں کی ہوا نفاست تھی، وہاں ہر گھاٹ پر گوپیوں کا نظارہ قابل دید تھا جو ہوش و خرد کو اڑائے لے جا رہا تھا۔ میں اس دل کش شہر میں جب تک میرا دل لگا تب تک رہا۔ اس کی گلیوں کوچوں پر اپنا دل نثار کرتا رہا۔ ہر کوچہ وہاں کوچۂ زلف یار تھا۔ وہاں بھی گردش نے مجھے رہنے نہ دیا پھر وہاں سے اکبرآباد پہنچا۔ وہاں کی سیر کرتے ہوئے فرخ آباد۔ وہاں بھی گردش نے مجھے رہنے نہ دیا پھر وہاں سے اکبرآباد پہنچا وہاں کی سیر کرتے ہوئے شکوہ آباد پہنچا اور شہر کی سیر تمام کرتے ہوئے میں لکھنؤ وارد ہوا۔

حسینان لکھنؤ پر جب میری نظر پڑی تو میرے سینے میں محبت کی آگ سلگنے لگی۔ وہاں بھی عشق میں ذلت و رسوائی اٹھانی پڑی۔ صبح سے شام تک مہ جبینوں کا جلوہ نظر آتا تھا وہاں بھی میں کوبکو مارا مارا پھرتا رہا۔ وہ لکھنؤ شہر کیا تھا، وہ پریوں کا شہر تھا۔ پھر جب وہاں بھی سکون قلب غارت ہو گیا تو میں بنارس کی طرف روانہ ہوا۔

بنارس میں آکر چند ماہ رہا۔ یہاں بھی سینکڑوں بت پائے بنارس کر رشک ماہ تمام تھے۔ یہاں مجھے کچھ بھی حاصل نہ ہو سکا سوائے داغ دل کے ایک لمحہ کو بھی مجھے وہاں کل نہ ملا اور غمگین و رنجیدہ وہاں سے بھی روانہ ہو گیا پھر امداد آب و دانہ میرا عظیم آباد کا ہوا۔ راغب کہتے ہیں شہر عظیم آباد پٹنہ کے صفات کیا کیا بیان کروں یہ جائے امن و امان ہے اگرچہ سبھی شہروں میں خوبیاں ہوا کرتی ہیں لیکن میری نگاہ میں پٹنہ رشک ارم ہے۔ جو داغ مجھے جہاں جہاں ملے تھے سب کے سب پٹنہ میں مٹ گئے۔ دل محزوں باغ باغ ہو گیا۔ تمکنی دل سے پژمردگی چلی گئی۔ دل سے افسردگی رفتہ رفتہ جانے لگی۔ دہلی سے مختلف شہروں کی سیر کرتے ہوئے سفر میں جو مجھے تکلیف پہنچی تھی وہ سب ختم ہو گئی اور سب رنج و ملال دل سے دور ہو گیا یہاں آکر میرے دل کو چین نصیب ہوا۔ یہاں بھی مجھے حسینوں کا خوب خوب پیار ملا۔ وہ جہاں جہاں مجھے دکھے میں وہاں تکا۔ میں ان کے حسن و خوبی کا غلام ہو گیا۔

BA-II Hons
Paper - IV

اردو کی دو مثنویاں

پھر ساتھ ساتھ میلوں کی بھی سیر ہونے لگی اور پھر مزارات کی سیر بھی اکثر ہونے لگی۔ اب یہی مشغل دن رات رہنے لگا۔ میں مزار پر مزاروں پر جانے لگا۔ پٹنہ میں ایک بہت بڑے درویش وہاں پناہ تھے۔ جنہیں لوگ شاہ ارزاں کہتے تھے اسی پٹنہ شہر میں ان کی درگاہ ہے۔ وہاں ایک نہایت دلکش عزا خانہ بھی ہے جس کا وصف زبان بیان کرنے سے قاصر ہے۔

درگاہ شاہ ارزاں میں جو نقار خانہ ہے اس میں آسمان سے فرشتے اتر کر شہنائی بجاتے تھے۔ وہ دن رات بجاتے رہتے ہیں۔ اس خوبی سے نقارہ بجتا ہے کہ کانوں کو کوئی رنج نہیں پہنچتا بلکہ مردہ کو دم بدم میں جان بخشتا ہے۔

پھر عزا خانہ کا ذوق زیارت پیدا ہوا۔ جیسے ہی مجھے عزا خانہ نظر آیا میرا سر بوسہ دینے کے لئے جھک گیا میں اس کے گرد اس طرح چکر لگاتا رہا جیسے حاجی لوگ طواف کرتے ہیں۔ وہ عزا خانہ جو اپنی مثال آپ ہے اللہ کے محبوب کے محبوب کا تذکرہ جہاں ہوتا ہے جہاں پنجتن پاک جلوہ فگن ہوتے ہیں۔ وہاں ایک بارہ دری نظر آئی اور اس کے پاس ایک تالاب تھا کہ جس کا پانی آب حیات سے کم نہ تھا۔ اس تالاب کی موج کی روشنی دلوں کو بہت بھاتی تھی جیسے وہ موج نہ ہو بلکہ زلف محبوب ہو۔

پھر امام بارہ اور تالاب کی زیارت کے بعد میں ہوئے درگاہ تک وہاں کا بھی گنبد البقا نظر آتا تھا کہ جیسے نور سے معمور ہو۔ کچھ دیر کے بعد میں وہاں سے چلا اور سجادہ نشین کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔ اعلیٰ حضرت مجھ سے بہت لطف و عنایت کے ساتھ ملے۔ وہ نہایت شفقت سے پیش آئے۔ ان سے مل کر میں ازحد خوش ہوا۔ کیونکہ وہ اہل دل تھے اور میر درویش ہیں۔ انہیں حق تعالیٰ الفت پر قیامت ہمیشہ سلامت رکھے۔ پھر جب میں نے ان سے بندگی پیدا کی یعنی جب میں نے ان سے بیعت کی تو دل سے ساری پراگندگی ختم ہو گئی۔ اس کے بعد شاہ جو شیر تھا ہر میں ملا۔ جو حقائق و معارف سے آگاہ تھے۔ ان کو شان فقیری بہت زیب دیتی ہے۔ اگر انہیں سلطان و فقیر کہا جائے تو بجا ہے۔ اس دنیا میں وہ جہاں سخاوت ہیں۔ جب سب بزرگوں سے مل چکا تو اپنے گھر واپس آ گیا۔

پھر اپنے متعلق راغب کہتے ہیں کہ میں اس مہر کا مجھ ذرہ ہوں جس کی وجہ سے دونوں جہاں منور ہیں میں اس شمع کا ہمیشہ پروانہ ہوں جس کی روشنی ہمیشہ قائم رہتی ہے۔ جو شمع کبھی گل نہیں ہوتی۔ میں اللہ کا ایسا مشتاق ہوں جس میں کبھی یاد فراق نہیں ملتی۔ لوگوں کے فسانے سن کر نیند آتی ہے لیکن میں ہوں جس کا فسانہ سن کر نیند اچٹ جاتی ہے۔

راغب کہتے ہیں کہ یہ پٹنہ عجیب شہر ہے ~~عشق~~ ~~عجب~~ عجیب عشق انگیز یہاں کی رہنے والی کوئی سرزمین دنیا میں ایسی نہیں ہے۔

اے خدا یہ ہمیشہ آباد رہے اور جو یہاں کا حاکم ہے وہ ہمیشہ قائم رہے۔

اس مثنوی میں راغب آباد رہے اور جو یہاں کا حاکم ہے وہ ہمیشہ قائم رہے۔

اس مثنوی میں راغب کہتے ہیں کہ وہ شہر شہر کی سیر کرتے رہے مگر کہیں دل کو سکون میسر نہ ہوا۔ پٹنہ جائے امن و امان ہے۔ یہیں میرے دل کو سکون ملا۔ راحت ملی، عرفان ملا۔ عقیدت ملی۔ درگاہ شاہ ارزاں ملی۔ یہاں کے سجادہ نشین سے بیعت ملی۔ لطف و عنایت اور پیر کی شفقت ملی۔ انہیں پٹنہ ایسا بھا گیا کہ یہیں کے ہو کر وہ رہ گئے اور انتقال بھی یہیں ہوا۔ یہیں کی خاک میں مل گئے۔ یہاں کی خاک ان کو کہاں سے کھینچ لائی۔